ڈاکٹر خلیفہ عبدالحکیم

زندگی

شمس میں تو، قمر میں تو، سنگ میں تو، شجر میں تو
مظہرِ جلوہ زا میں تو، نور میں تو، نظر میں تو
حسن میں تیرا ساز ہے، عشق میں تیرا سوز ہے
اس میں ہے دلگداز تو، اس میں نظر فروز ہے
یاں پہ ہر ایک ذرّہ طور کھولے ہوئے ہے چشمِ نور
چار طرف ہے روبرو ڈھونڈ نہ اس کو دور دور
عقل میں ہیں تیری سردیاں عشق میں تیری گرمیاں
خار میں تیری تیزیاں گُل میں ہیں تیری نرمیاں
حورِ بہشت کی طرح تیرا شباب سرمدی
تیری رگوں میں ہے رواں بادۂ ناب سرمدی
ذوق ہے کیا نمود کا، شوق ہے کیا شہود کا
جلوۂ نو بہ نو ہے فن کارگہِ وجود کا
آتش و آب زندگی، خاک اور باد زندگی
دیدۂ دل سے دیکھ ہیں نخل و جماد زندگی
موت کا خوف ہر جگہ یہ بھی ترا فریب ہے
تیری سرشت ہے بقا اور فنا فریب ہے
تیری نبود بھی ہے بود، تیرا فریب بھی ہے اصل
تیری خزاں بھی ہے بہار، تیرا فراق بھی ہے وصل

گوہرِ جاں ہے بے بہا اس کا صدف کوئی نہیں
لعلِ حیات ہر طرف ان میں خزف کوئی نہیں

کہتے ہیں جس کو وقت ہے زاویۂ نظر ترا
میرا احاطۂ مکاں نقش ترا، اثر ترا

تیری روش ہیں اے حیات کیا یہ تضادِ ذوق ہے
شیشہ گری کی ہے دکاں، سنگ زنی کا شوق ہے

رکن ہیں تیرے دین کے بت شکنی صنم گری
سنگ بدست ہے خلیل بہرِ بتانِ آذری

تیرا ظہورِ جنگ جو، تیرا بطون صلح خو
چہرہ ترا ہے خوب رو تیری نقاب دیو رو

رات میں تو سکوں پرست صبح میں تو جنوں پرست
ورزشِ ارتقائے جاں جلوہ گہِ بلند و پست

عنصرِ لازمِ حیات صلح بھی ہے ستیز بھی
خندۂ گل کے ساتھ ہے شبنمِ اشک ریز بھی

مرکزِ جانِ مضطرب ذرّۂ آفتاب کیش
جسم میں ہے جہاں سے کم جاں ہیں ہے جہاں سے بیش

وحدتِ زندگی ہے اصل کثرتِ جلوہ سرسری
تیرا عدو کوئی نہیں دہر ہے جنگِ زرگری

گوہرِ فرد فرد یاں وحدتِ حق میں سفتہ ہے
سبحۂ دانہ دانہ میں رشتۂ جاں نہفتہ ہے

تیری یگانگی عیاں کثرتِ صد مجاز سے
آنکھ دوئی کی کور ہے سرمۂ امتیاز سے

کر نہ فغاں کہ ہیں یہاں حُسن و شباب بے ثبات
تازہ بتازہ خلعہ ہے جدّتِ جامۂ حیات

تخم ہے خاک پوش اگر نخل بلند کوش ہے
برگ و ثمر میں پھر وہی ذوقِ نمو کا جوش ہے

موت ہے زندگی اگر حسرت و آرزو نہ ہو
لُطفِ حصول کیا اگر کاوشِ جستجو نہ ہو

تو نہ سمجھ کہ ہے یہاں تجھ کو بقا قیام سے
رونقِ میکدہ ہے سب گردشِ دَورِ جام سے

زندگیِ دوام کیش حشر ہے سوز و ساز کا
عابدِ ابلہ منتظر محشرِ جاں گداز کا

کشمکشِ حیات میں تجھ کو ملے سکوں کہاں
موجِ طپیدہ کی طرح ساحلِ بحر ہے رواں

ٹھہر گئی ہے اک جگہ آنکھ جو دُور بیں نہیں
جادۂ جاں ہے ہر طرف منزلِ جاں کہیں نہیں

آتشِ جاں میں جل گیا خس مرے ہر ثبوت کا
فکر و عمل کا ہر نظام تار ہے عنکبوت کا

تیرا خزانہ بے حساب لُوٹ ہے صبح و شام میں
چشمۂ بادۂ الست پھوٹ رہا ہے جام میں

چشمِ بصیر گر تری ذوق سے کامیاب ہے
قطرے میں بحر موجزن، ذرّے میں آفتاب ہے

اہلِ نظر کی اک نظر رشکِ جبرئیل ہے
صاحبِ دل کو زندگی کوثر و سلسبیل ہے

کرتا ہوں سیرِ زندگی ذوق کی اک نظر لیے
گلشنِ کن فکاں کے پھول دامنِ دل میں بھر لیے